يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔۔(پ26، الحجرات:6)

بابوں کی گستاخیاں

ابو حمزہ محمد آصف مدنی

سرگودھا، پنجاب، پاکستان 0313.7013113

قرآن مجید فرقان حمید میں

حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہے:

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

ترجمہ: میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکے اور میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(پارہ 12، سورۃ ھود، آیت 88)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

(پ26، الحجرات:6)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک انتہائی نیک شخص کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ چور ہے۔ مقدمہ عدالت میں چلا گیا۔ جج صاحب نے پوچھا: کیا آپ میں سے کسی نے اس کو چوری کرتے دیکھا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ کیا اس نے چوری کا اقرار کیا تھا؟ جواب ملا نہیں۔ جج صاحب نے پوچھا: پھر آپ نے اس پر چوری کا الزام کیوں لگایا؟ جواب ملا کیونکہ اس کے گھر سے چوری شدہ چیز برآمد ہوئی ہے۔ جج صاحب نے کہا: اس کے گھر سے چیز برآمد ہونے پر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے یہ چیز چوری کی ہے؟ ہوسکتا ہے اس کے انتقال کے بعد کسی مخالف نے بدنام کرنے کیلئے اس کے گھر میں رکھ دی ہو۔ لہذا اس کے گھر سے چیز کے برآمد ہونے پر ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ چیز چوری ہوئی ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص چور ہے۔ کیونکہ اسے فوت ہوجانے کی وجہ سے اس سے تفتیش کرنا ناممکن ہے اور کوئی شرعی ثبوت بھی نہیں مل سکا جس کی بناء پر ہم اسے چور کہیں۔ لہذا ہم اسے چور نہیں کہہ سکتے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ چیز چوری ہوئی ہے۔

اس سے پتا چلا کہ چوری ہونا اور بات ہے اور چور ہونا اور۔۔۔۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب تک کسی شخص سے قطعی و یقینی طور پر چوری کرنا ثابت نہ ہو اگرچہ چوری کا مال اس کے گھر سے برآمد ہو شرعاً ہم اسے چور نہیں کہہ سکتے۔

یہی معاملہ دنیا سے چلے جانے والے بزرگوں کا ہے کہ اگر ان کی اپنی۔۔۔یا۔۔۔ان کی طرف منسوب کسی کتاب میں کوئی عبارت خلاف شرع نظر آجائے تو ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ عبارت خلاف شرع ہے لیکن ہم اس بزرگ کو گستاخ ۔۔یا۔۔۔کافر اس وقت تک نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس بزرگ سے اس عبارت کا لکھنا قطعی ویقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے۔۔۔ کیونکہ کتاب کی گستاخی اور چیز ہے اور مصنف کا گستاخ ہونا اور چیز۔۔۔۔۔

آج کل یہ وباء عام پھیلی ہے کہ اسلامی تاریخ کے 1400 سالہ عرصہ میں گزرے علماء دین، آئمہ مجتہدین، مشائخ عظام، محدثین کرام اور بزرگان دین میں سے کسی کی طرف منسوب کتاب اٹھائی جاتی ہے اور اس میں سے چند عبارات کو اٹھا کر یہ واویلا مچایا جاتا ہے کہ دیکھیں جی اس بزرگ کی فلاں کتاب میں یہ گستاخی ہے لہذا یہ بزرگ گستاخ ہیں، تمہیں چاہئے کہ اس بزرگ کو گستاخ قرار دے کر اس سے اعلان برات کرو، حالانکہ ان علمی کتابی حضرات کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ کسی کتاب میں موجود گستاخی کی بناء پر جب تک قطعی ویقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے اس کے مصنف کو گستاخ نہیں کہہ سکتے۔

ہوسکتاہے کسی کے ذھن میں آئے کہ اتنی تاویل سے کام کیوں لیاجارہاہے توعرض ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ جب تک کسی شخص سے قطعی ویقینی طورپہ چوری کاثبوت نہ ملے شرعاًہم اسے چورنہیں کہہ سکتے جوکہ ایک کبیرہ گناہ کی نسبت کرناہے توبھلایہ کیسے درست ہوگاکہ بغیر قطعی ویقینی ثبوت کے کسی مسلمان کوگستاخ۔۔یا۔۔کافر کہہ دیاجائے۔

حالانکہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان عالیشان ہے:"**الاسلام یعلو ولایعلیٰ**"یعنی اسلام ہمیشہ غالب رہتاہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری، جلد3، صفحہ 218، حدیث 1354)

(شرح معانی الآثار للطحاوی، جلد3، صفحہ 257 واسنادہ حسن)

(بیہقی، جلد5، صفحہ 108، 106، وحسنہ الالبانی لغیرہ الارواء)

(فتح الباری، جلد3، صفحہ 218، مغنی ذوی الافہام، صفحہ 180)

(الجامع الصغیر للدارقطنی، حدیث 2778)

ایک مرتبہ ایک صحابی ایک کافر کو قتل کرنے ہی والے تھے کہ اس نے کلمہ پڑھ لیامگر صحابی نے اس کے کلمے کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کردیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہواتو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت الفاظ میں اس قتل کی مذمت کی اور صحابی کے اس قول پر کہ اس کافر نے محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا، ارشاد فرمایا:"**أَفَلاَ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ؟**"

”تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟“

(یعنی تم نے کیسے جاناکہ اس نے صدق دل سے کلمہ پڑھاہے۔۔یا۔۔تلوار کے ڈرسے؟)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا إلٰہ إلا اللہ، 1: 96، حدیث:96)

(سنن ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب علی مایقاتل المشرکون، 3 :صفحہ 393، حدیث: 2643)

انہی کی مثل احادیث مبارکہ کے پیش نظر علماء دین نے ارشاد فرمایا:"**وفی الخلاصة وغیرھااذاکان فی المسئلة وجوہ توجب التکفیر ووجه واحدیمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناللظن بالمسلم الااذاصرح باِرادةموجب الکفر فلاینفعه التاویل حینئذوفی التاتارخانیه لایکفر بالمحتمل**"

(البحر الرائق شرح کنزالدقائق، جلد5، صفحہ 134)

یعنی خلاصہ وغیرہامیں ہے: جب کسی مسئلہ میں کفر کے متعدد وجوہ ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہوتومفتی پرواجب ہے مسلمان کیساتھ حسن ظن کی بناپر اسی وجہ کااعتبار کرے جوتکفیر سے منع کرتی ہو۔البتہ جب کفری معنی کے مرادہونے کی

صراحت ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔اور تاتارخانیہ میں ہے کہ محتمل (جس میں احتمالِ اسلام موجود ہو) کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

یعنی اگر کسی شخص نے کوئی بات کی اور اس کے کئی معنی و احتمال ہوں جن میں سے 99 کفر کے اور صرف 1 اسلام کا ہو تو ہم ان 99 کفری معنی کو رد کر دیں گے اور اس 1 اسلامی معنی و احتمال کو ترجیح دے کر اس شخص کو مسلمان قرار دیں گے۔۔۔کیونکہ اسلام ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔۔۔

کسی بھی مسلمان کو کافر۔۔یا۔۔گستاخ کہنا عوام تو عوام ہر مفتی کے بھی بس کی بات نہیں بلکہ اس کیلئے محتاط فی الدین اور اصولِ تکفیر کے ماہر ترین مفتی سے رابطہ کیا جائے جو ایمان و کفر کی پیچیدگیوں سے واقف ہو۔

کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کسی شخص نے دوسرے کو کافر کہا تو یہ (حکمِ) کفر ان دونوں میں سے کسی ایک طرف ضرور لوٹے گا(یعنی اگر جس کو کافر کہا گیا واقعی وہ کافر ہے توٹھیک ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا،العیاذ باللہ تعالیٰ)

لہذا ایمان و کفر کے معاملات میں ہمیں حد درجہ احتیاط کی حاجت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہم کسی پر گستاخی و کفر کا فتوی دیں جبکہ حقیقتا وہ اس کا مستحق نہ ہو نتیجۃً ہم خود ہی اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ

اب ہم کچھ اہم امور بیان کرتے ہیں جن کو ذھن نشین کرنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کب مصنف کو گستاخ قرار دیں گے اور کب نہیں؟

یاد رھے ! کسی کتاب میں موجود گستاخانہ عبارت کو اس کے مصنف کی طرف منسوب کرنے کیلئے کچھ بنیادی چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے۔

(1)۔۔۔قطعی و یقینی طور پہ یہ معلوم ہو کہ یہ کتاب اسی بزرگ نے لکھی ہے،فقط کسی کتاب کے کسی بزرگ کی طرف منسوب ہونے۔۔۔یا۔۔۔اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر اس بزرگ کا نام لکھا ہونے سے اس کتاب کا اس بزرگ سے قطعی ثبوت حاصل نہیں ہو سکتا۔(اور جب قطعی و یقینی طور پہ کتاب کا ہی ثبوت نہیں تو اس سے گستاخی کا ثبوت کیسے ہو گا؟)

(2)۔۔۔پہلے مرحلے کے بعد(یعنی جب اس کتاب کا لکھنا اس بزرگ سے قطعی و یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو)اب یہ دیکھنا لازم ہے اس کتاب میں موجود گستاخانہ عبارت کیا واقعی اس بزرگ نے لکھی ہے ۔۔۔یا۔۔۔نہیں؟(کیونکہ بسا اوقات کتابوں میں تحریف بھی کر دی جاتی ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ان شاء اللہ العزیز)یعنی کتاب کے قطعی

ویقینی ثبوت کے بعد اس گستاخانہ عبارت کا لکھنا اسی طرح قطعی ویقینی طور پہ معلوم ہونا چاہئے۔ ورنہ اس عبارت کو تو گستاخانہ کہہ سکتے ہیں لیکن اس کے مصنف کو گستاخ نہیں کہہ سکتے۔(کیونکہ مصنف سے یہ عبارت لکھنے کا یقینی ثبوت ہی نہیں تو اسے گستاخ کیسے کہہ سکتے ہیں؟)

(**3**)۔۔۔ جب کتاب اور وہ عبارت دونوں مصنف سے قطعی ویقینی طور پر ثابت ہو جائے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ عبارت مصنف نے اپنی طرف سے لکھی ہے۔۔۔یا۔۔ کسی دوسری کتاب سے نقل کی ہے، اگر کسی کتاب سے نقل کی ہے تو بھی اس بزرگ کو گستاخ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اہل علم کا ہمیشہ سے اصول ہے کہ ناقل پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔(کیونکہ بسا اوقات ناقل دوسرے مصنف کو کسی فن کا ماہر گمان کر کے حسن ظن کی بناء پر اعتماد کر بیٹھتا ہے اور اسی حسن ظن کی بناء پر اس طرف توجہ نہیں کر پاتا کہ یہ عبارت خلاف شرع ہے۔۔یا۔۔ نہیں ،اور اسے اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے) لہذا اگر اس نے یہ عبارت کسی کتاب سے نقل کی ہے تو اس عبارت کے گستاخانہ ہونے کے باوجود یہ مصنف بری الذمہ قرار پائے گا اور حکم اس کتاب کی طرف لوٹ جائے گا جس سے اس نے وہ عبارت نقل کی ہے۔(اور اس دوسری کتاب میں بھی اسی سابقہ طریقے کے مطابق تحقیق کی جائے گی کہ اس دوسری کتاب کا اس بزرگ سے ثبوت، پھر اس عبارت کا ثبوت، پھر یہ عبارت ان کی ذاتی رائے ہے یا منقولہ؟)

(**4**)۔۔۔ اس بات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کہ اس بزرگ نے یہ کتاب کس زبان میں لکھی تھی کیونکہ بسا اوقات کسی بزرگ نے اصل کتاب فارسی۔۔یا۔۔ عربی میں لکھی ہوتی ہے اور اس اصل کتاب میں وہ عبارت موجود ہی نہیں ہوتی لیکن مُتَرجَم (ترجمہ شدہ) کتاب میں موجود ہوتی ہے تو اس سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ گستاخانہ عبارت مصنف کی نہیں بلکہ مُتَرجِم (ترجمہ کرنے والے) کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔

(**5**)۔۔۔ لیکن اس مُتَرجِم کو گستاخ کہنے کیلئے بھی قطعی اور یقینی طور پہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس عبارت کا اضافہ مترجم نے اپنی طرف سے کیا ہے یا کسی نے اس کے ترجمہ شدہ نسخے میں تحریف کی ہے۔

(**6**)۔۔۔ اصل کتاب۔۔یا۔۔ مترجم کے ترجمے میں تحریف کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ معلومات کی جائیں کہ اس کتاب کا جو نسخہ مترجم کے سامنے موجود تھا اس کے علاوہ اور بھی کوئی نسخہ موجود ہے۔۔یا۔۔ نہیں؟

اگر موجود ہو تو اس نسخے کو بھی دیکھا جائے کہ کیا اس میں یہ عبارت ہے۔۔یا۔۔ نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے مختلف نسخے ہوں اور جو نسخہ مترجم کے سامنے ہو اس میں تحریف کر کے کسی نے یہ عبارت داخل کر دی ہو جبکہ دیگر نسخوں میں یہ

عبارت نہ ہو اور مترجم نے اپنے سامنے موجود نسخے پر اعتماد کر کے اس عبارت کا ترجمہ بھی کر دیا ہو، لہذا مترجم اس گستاخی سے بری ہے اور اگر دیگر نسخے بھی موجود ہوں اور سب میں یہ عبارت موجود ہو اور اس کتاب کا قطعی و یقینی طور پر اس بزرگ سے ثبوت بھی مل جائے اور اس میں کسی قسم کی تحریف نہ ہونے کا ثبوت بھی مل جائے تو اپنے طور پر گستاخ ۔یا۔۔ کافر کافر کی رٹ لگانے کے بجائے یہ عبارت کسی محتاط فی الدین اور اصول تکفیر کے ماہر مفتی صاحب کے سامنے مکمل تحقیق کیساتھ پیش کی جائے تا کہ وہ اس کا حکم شرعی بیان کریں۔۔۔۔۔ اگر اس عبارت کا گستاخانہ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کتاب اور مصنف کے بارے میں حکم شرعی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ممکن ہو تو اس عبارت کو بھی اس کتاب سے نکلوا دیا جائے تا کہ مسلمان اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

جھوٹی کتابیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

میرے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ وخود حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے طیبہ سے کتابیں گھڑ لیں، ان کے نام نہاد مطبع تراش لئے، فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کر لیں جس کی مختصر جدول یہ ہے

نام کتاب	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصۂ عبارت تراشیدہ	صفحہ افتراء
ہدایۃ البریۃ	والد ماجد قدس سرہٗ	لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب	۱۱
〃		〃	۴۱	مسئلہ تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین	مطبع صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی صاحب	۳
ہدایۃ الاسلام	حضرت قدوۃ السالکین جد امجد قدس سرہٗ	〃	۳۰	مسئلہ علم غیب خاص بحمایت تھانوی صاحب	۱۱
تحفۃ المقلدین	جد امجد قدس سرہٗ	لکھنؤ	۱۲	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
خزینۃ الاولیاء	اعلیٰحضرت سیدنا حمزہ قدس سرہٗ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب	۱۱
ملفوظات	〃 〃 〃 〃	مصطفائی	۱۷	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۱
مراۃ الحقیقۃ	حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب	۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمھارے اکابر اپنی ان کتابوں میں ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحوں پر یہ فرماتے ہیں، حالانکہ ان کتابوں کا جہاں میں وجود، نہ ان مطابع کا کسی مطبع میں چھپی، نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائی، نہ حوالہ دہندہ کے فرض و تراش کے باہر آئیں، جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ سے

ایک فتویٰ گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ، کی مہر بھی دل سے تراش لی جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے حالانکہ حضرت والا کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 91، 91، رضا فاؤنڈیشن: لاہور)

اس سے واضح ہو گیا کہ بعض بزرگوں کی کتابوں میں تحریف تو چھوٹی بات ہے، یہاں تو پوری پوری جھوٹی کتابیں گھڑ لی جاتی ہیں۔

بزرگوں کی کتابوں میں کفریہ تحریفات پر کچھ ثبوت

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

اولا ۔۔۔کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلا ثبوت نہیں۔

ثانیا ۔۔۔کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب "الیواقیت والجواھر" امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہے خصوصا حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں، کھلے ہوئے صریح کفر بھر دیئے ہیں۔

جس پر در مختار ابو السعود سے نقل کیا: "تیقنا ان بعض الیھود افترا ھا علی الشیخ قدس اللہ سرّہ"

ہم کو یقین ہے کہ شیخ قدس سرہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گھڑ دی ہیں۔

(در مختار، باب المرتد: مطبع مجتبائی دہلی 1/ 358)

حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب "عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام" میں ہے:

قریش اعلیٰ جد مصطفی بود واودوپسر داشت یکے را نام ہاشم بود ودوم رانام تیم پیغامبر از نسل ہاشم است وابوبکر از نسل تیم است۔

ہاشم کے باپ کا نام قریش اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم، پیغامبر ہاشم کی نسل سے اور ابو بکر تیم کی نسل سے ہیں۔ (کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام)

کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا، اور انکے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے نہ کہ معاذاللہ توہین شان رسالت۔۔۔

ثالثا ۔۔۔امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں:

" لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا و قتل ابو لؤلوء عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فان ذلک ثبت متواتر اً فلایجوز ان یری المسلم بفسق او کفر من غیر تحقیق۔ "

یعنی کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت بلا تحقیق حرام ہے۔ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابو ملجم نے مولا علی اور ابو لولؤ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو شہید کیا کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، تو کسی مسلمان کی طرف بلا تحقیق کفر یا فسق کی نسبت اصلا جائز نہیں۔

(احیاء العلوم والدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ 3/ 125)

اس کے بعد وہ احادیث ذکر فرمائیں جن سے ثابت ہے کہ کسی کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اگر وہ کافر نہ تھا۔ یوں ہی فسق کی طرف نسبت کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے اگر وہ فاسق نہ تھا۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کا اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ اسناد اور بات ہے، اور ایسے امر میں جسے مسند کلمہ کفر بنایا اور اس سے توہین شانِ رسالت کے جواز پر سند لانا ہے، اس پر اعتماد اور بات، علما کے نزدیک ادنٰی درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو،

خطیب بغدادی بطریق الرحمان سلمی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

"اذا وجد احدکم کتابا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء و ماء فلینقعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ۔"

جب تک تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبو دے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہو جائے۔

(الفتاوٰی الحدیثیہ بحوالہ الخطیب، مطلب فی ان الانسان لایصح لہ الخ۔۔۔ المطبعۃ الجمالیہ مصر: ص45)

فتاوٰی حدیثیہ امام زین الدین عراقی سے ہے:

"نقل الانسان مالیس لہ بہ روایۃ غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدرایۃ"۔

یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو اس کا نقل اسے حلال نہیں۔

(الفتاوٰی الحدیثیہ بحوالہ الخطیب: مطلب فی ان الانسان لایصح لہ الخ۔۔ المطبعۃ الجمالیہ مصر: صفحہ 64)

ہاں اگر اس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا یا اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے متعمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔

فتاوٰی حدیثیہ میں ہے:

" **قالوا ما وجد فی نسخۃ من تصنیف فان وثق بصحۃ النسخۃ بان قابلھا المصنف او ثقہ غیرہ بالاصل او بفرع مقابل بالاصل وھکذا جاز الجزم بنسبتھا الی صاحب ذلک الکتاب وان لم یوثق لم یجزم**"۔

یعنی علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔

(الفتاوٰی الحدیثیہ بحوالہ الخطیب: مطلب فی ان الانسان لایصح لہ الخ۔۔۔المطبعۃ الجمالیہ مصر: ص65)

مقدمہ امام ابو عمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا: تم نے لکھ لیا؟ کہا: ہاں۔ مقابلہ کر لیا؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "**لم تکتب**" تم نے لکھا ہی نہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح: النوع الخامس والعشرون: فاروقی کتب خانہ ملتان: ص92)

اسی میں امام شافعی ویحیٰی بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا:

"**من کتب ولم یعارض کمن دخل الماء ولم یستنج**۔

جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا وہ ایسا ہے کہ پانی میں داخل ہے اور استنجا نہ کیا۔

(مقدمہ ابن الصلاح: النوع الخامس والعشرون: فاروقی کتب خانہ ملتان: ص92)

اسی میں ہے:

" **اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الی مصنف فلا یقل ''قال فلان کذا وکذا'' الا اذا وثق بصحۃ النسخۃ بان قابلھا ھو او ثقۃ غیرہ باصول متعددۃ**"۔

جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صحت عامہ نسخہ پر اعتماد نہ ہو یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اس متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔

(مقدمہ ابن الصلاح: النوع الرابع والعشرون: فاروقی کتب خانہ ملتان: ص87)

اسی میں ہے:

" يطالع احدهم كتابا منسوبا الى مصنف معين وينقل منه عنه من غير ان يثق بصحة النسخة قائلا ''قال فلان كذاو كذا او ذكر فلان كذا و كذا'' والصواب ماقدمناه۔ اه۔ و لفظ الفتاوى الحديثية عنه والصواب ان ذلک لايجوز"۔

کسی معین مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کر دیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا حالانکہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلاواسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں مثلا یوں کہے کہ فلاں نے یوں یوں کہا یا فلاں نے یوں یوں ذکر کیا، حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح: النوع الرابع والعشرون: فاروقی کتب خانہ ملتان: ص87)

(الفتاوی الحدیثیہ: مطلب ان الانسان لایصح لہ ان یقول الخ۔۔۔ المطبعۃ الجمالیۃ مصر: ص65)

امام نووی نے تقریب میں فرمایا:

"فان قابلها باصل محقق معتمد اجزاه"۔

اگر ایک اصل تحقیق معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے۔

(تقریب النووی مع تدریب الراوی: النوع الاول الصحیح: دار الکتب الاسلامیہ لاہور: جلد1، صفحہ 150)

یعنی اصول معتمدہ متعدد سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے، یہ اتصال سند اصل وہ شیئ ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے، اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے:

" أل الامر ان الاعتماد على مانص عليه فى تصانيفهم المعتمدة المشهورة التى يؤمن فيها لشهرتها من التغيير والتحريف (ملخصا)"۔

یعنی آخر قرار داد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر و تحریف سے امان ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح: النوع الاول الصحیح: فاروقی کتب خانہ ملتان ص9)

فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار میں فرمایا:

"على هذا لو وجدنا بعض نسخ النوادر فى زماننا لايحل عزو ما فيها الى محمد و الا الى ابى يوسف لانها لم تشتهر فى ديارنا و لم تتداول۔

یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذہ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور و متداول نہ ہوئیں۔

(فتح القدیر: کتاب الحوالہ: مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر:360/6)

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے، زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے، پر ظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود، تداول درکنار کوئی سند متصل بھی نہیں، نہ کہ تواتر جو ایسی نسبت کے لئے لازم ہے، رہا وجود نسخ، انصافا متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہ ان سے نقل و نقل در نقل ہو کر کثیر ہوگئے، جیسے آج کل کی محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے، فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے اور اس کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں، حالانکہ تواتر درکنار ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں، "**واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**" (اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ت)

(القرآن الکریم 4/33)

علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کے لئے وجہ ہے مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعا حرام، ورنہ معاذاللہ اکابر ائمہ واعاظم علماء کی طرف نسبت کفر ماننی پڑے، ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں، ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴ پر ہے:

"**ماسمی بہ الرب نفسہ وسمی بہ مخلوقاتہ مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر**"۔

نام کہ رب تعالٰی نے اپنے لئے اور مخلوق کے لئے مقرر فرمائے وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔(ت)

(منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، اللہ سبحانہ اوجد المخلوقات، مصطفی البابی: مصر، صفحہ 39)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے حالانکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے:

"**اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر**"۔

جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمن وغیرہ تو وہ کافر ہوجائے گا۔ (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاالتراث العربی بیروت 690/1)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے۔ حتیٰ کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ 245 میں ہے:

"من قال لمخلوق یاقدوس او القیوم او الرحمٰن کفر"۔

جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہوجائے۔

(منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، فصل: فی الکفر صریحاوکنایۃ، مصطفی البابی: مصر، صفحہ 193)

پھر کیونکر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ 47 کی عبارت علی قاری کی ہے ضرور الحاق ہے اگرچہ کتاب اجمالا مشہور و معروف ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 555 تا 560، رضا فاؤنڈیشن: لاہور)

بتاریخ

01/06/2020